www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

سلمان تاثیر کے قتل سے پیدا ہونے والے سوالات

۴ جنوری ۲۰۱۱ء کی شام ۵ بجے پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کو اسلام آباد میں قتل کر دیا گیا۔ قتل کے فوراً بعد گرفتار ہونے والے ممتاز قادری کا موقف یہ تھا کہ اس نے یہ قتل خالصتاً ذاتی نیت اور اِرادے سے کیا ہے، اور سلمان تاثیر کو قتل کرنے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ اس نے 'قانونِ امتناع توہین رسالت' کو 'کالا قانون' کہا اور توہین رسالت کے مجرموں کی تائید اور پشت پناہی کی۔ نئے عیسوی سال کے آغاز پر اس اہم ترین واقعہ نے دنیا بھر کو پاکستان کی طرف متوجہ کر دیا اور اندرون وبیرونِ ممالک بڑی تکرار سے کہا جانے لگا کہ پاکستانی معاشرہ انتہاپسندی کی طرف مائل ہے۔ اس معاشرے سے برداشت اور رواداری ختم ہوتی جارہی ہے۔ کیا محض کسی ایک مظلوم عورت کی تائید کر دینا اتنا بڑا جرم ہے کہ ایسا کرنے والے کو جینے کے حق سے محروم کر دیا جائے؟ اگر کوئی شخص کسی قانون کے بارے میں مخالفانہ رائے رکھتا اور اس پر شدید تنقید کرتا ہے تو دلیل واستدلال سے اس کا جواب دینے کی بجائے بندوق اور گولی کی زبان سے اس کا خاتمہ کیوں کر دیا جاتا ہے؟

سلمان تاثیر کے اس سنگین قتل نے ملک بھر میں ایک نظریاتی جنگ کو شروع کر دیا اور ٹی وی واخبارات پر موجود جدت پسند طبقہ نے بہانے بہانے سے اس قتل کے خلاف طرح طرح کے سوالات پیدا کئے۔ رواداری کی ہر دم دوسروں کو تلقین کرنے والا یہ طبقہ اس موقعہ پر شدید عدم برداشت کا مظاہرہ کرتا نظر آیا، اور اپنی تحریروں میں بالخصوص انہوں نے جو زبان استعمال کی اور جیسے الزامات دہرائے، اس سے ان کی عدم برداشت کا پول کھل گیا۔ بعض ایسے بھی تھے جو اس معاملے کی سنگینی محسوس کرکے عذر آرائیاں کرنے لگے جبکہ انگریزی میڈیا کے بعض انتہا پسندوں نے عبرت نہ پکڑتے ہوئے توہین رسالت کے قانون کو تکرار سے سیاہ قانون بلکہ 'ڈریکولین لاء' کہنے کی جسارتیں بھی کیں۔

پاکستان میں یہ ایک محدود مگر متحرک وبااثر اقلیت کا ردِ عمل تھا جو اِن سطور میں بیان کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا، دوسری طرف بیشتر عوام الناس نے نہ صرف اس قتل کو سراہا، بلکہ قتل کرنے والے ممتاز قادری کو پھولوں کے ہار بھی پیش کیے۔ سینکڑوں وکلا نے عدالت میں پیشی کے موقع پر اس کے حق میں نعرہ بازی کی، پشاور کے تین سو وکلا نے اس کا کیس مفت لڑنے کی پیش کش کی، راولپنڈی اور اسلام آباد بار نے ممتاز قادری کی مکمل حمایت کا اعلان کیا۔ کراچی میں تحریک ناموسِ رسالت کی کال پر عوام الناس کے ایک سیل رواں نے عظیم الشان ریلی نکالی۔ ممتاز قادری کے والد کی رہائی کے موقع پر ہزاروں لوگوں نے ان کا ایسا شاندار استقبال کیا کہ تاحد نگاہ افراد ہی افراد دکھائی دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ۳۶ دینی وسماجی جماعتوں نے لاہور میں ۳۰ جنوری کو ریلی اور عظیم احتجاجی جلسہ کیا۔

اب جب کہ اس وقوعہ قتل پر کئی روز گزر چکے ہے، تو جذبات اور ردعمل سے مغلوب ہونے کی بجائے اس امر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ایک طرف اس موقعہ پر سیکولر لابی کی طرف سے اُٹھائے جانے والے اعتراضات کا جائزہ لیا جائے تو دوسری طرف سلمان تاثیر کے قتل اور ممتاز قادری کے اقدام کے بارے میں اسلامی شریعت سے رہنمائی لی جائے کہ اسلام ایسا معتدل ومتوازن دین اس اہم قانونی مرحلہ پر ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ زیر نظر مضمون میں اُن اعتراضات وشبہات کو موضوع بنایا گیا ہے جو میڈیا پر بطورِ خاص ان دنوں اس واقعہ کے حوالہ سے نمایاں ہوئے:

کیا پاکستانی معاشرہ انتہاپسندی کی جانب گامزن ہے؟

اس سلسلے میں جو تشویش اندرون وبیرونِ ملک سب سے زیادہ پھیلتی نظر آئی، وہ یہی ہے۔ یہ بات ایک حد تک درست ہے لیکن اس کی حقیقت یہ نہیں جسے ہمارے میڈیا میں نمایاں کیا جارہا ہے کہ پاکستان کے مذہبی طبقات میں انتہاپسندی فروغ پارہی ہے۔ درحقیقت پاکستان ایٹمی دھماکہ کرنے کے بعد سے عالمی قوتوں کے ایجنڈے پر سرفہرست ہے۔ گذشتہ دس سال کے عرصے میں پاکستان میں اسلام اور اہل اسلام کو بطورِ خاص نشانہ بنایا گیا ہے۔ افغانستان بظاہر امریکہ کا ہدف ہے لیکن حقیقی نشانہ پاکستان ہے، جس سے ایٹمی قوت ہونے کے ناطے کھلم کھلا جنگ جوئی کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا۔ اوباما کی 'پاکستان فرسٹ پالیسی' اب ایک کھلی حقیقت بن چکی ہے۔ پاکستان پر جو سماجی، تعلیمی، ثقافتی اور اقتصادی یلغار جاری ہے، اس کا ایک پہلو قانون توہین رسالت بھی ہے جو امریکہ کی امداد کے ساتھ اکثر ایک شرط

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے طور پر موجود رہا ہے۔ گذشتہ دس برس کے واقعات نے پاکستان کے عوام سے لے کر خواص تک میں ایک شدید ردعمل کی کیفیت پیدا کی ہے۔ ظلم وستم یا مسلمہ اقدار کو پامال کرنے کے حوالے سے یہی ردّ عمل کبھی طالبان کی صورت میں سامنے آتا ہے تو کبھی لال مسجد کی صورت میں۔ لاہور میں ۲۷ جنوری کو ایک امریکی ریمونڈڈیوس کے ہاتھوں تین پاکستانی شہریوں کی ہلاکت نے قومی میڈیا میں جو نمایاں جگہ پائی ہے اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو بطورِ خاص مقتولین کے ورثا سے ملاقات کرکے ان کو تسلی دینا پڑی ہے، اس سے ایسے واقعات کی حساسیت کا پتہ چلتا ہے کہ ان سالوں میں امریکہ کی بڑھتی مداخلت اور حکومت سے جاری مفاہمت کو عوام کس تناظر میں دیکھتے ہیں۔

اس انتہاپسندی کو بڑھانے میں مشرف حکومت کا بڑا کردار ہے جس کے ایک نمائندہ پرویز مشرف کے مقرر کردہ گورنر سلمان تاثیر بھی تھے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کے بعد سے یہ انتہا پسندی ہماری سیاست کا ایک لازمی حصہ بن گئی ہے جس کی ایک نمایاں مثال گورنر پنجاب اور ن لیگ کی باہمی انتہاپسندانہ سیاست اور بیان بازی بھی رہی ہے۔ سیاست کے ایوانوں میں یہی انتہا پسندی کبھی ن لیگ اور ایم کیو ایم کے مابین سنگین الزامات کی صورت اختیار کرتی نظر آتی ہے۔ امریکی تسلط اور جارحیت کے اس دور میں ہمارے معاشرے کا عام آدمی غربت کی چکی میں پس کر رہ گیا ہے۔ یہ مظلومیت اور بداعتمادی پاکستان ہی نہیں، پورے عالم اسلام کی پہچان بنتی جارہی ہے کہ یہاں کے حکمران عوام کی خواہشات کے برعکس اُن پر مسلط ہیں ۔ اور عالمی قوتیں اپنے ملکوں میں عوامی خواہشات کی پاسداری کے دعووں کے باوجود عالم اسلام کے ایسے مطلق العنان حکمرانوں کو نہ صرف اپنی ہر طرح کی تائید سے نواز رہی ہیں بلکہ اُن سے ایسے معاہدے کررہی ہیں جو مسلم عوام اور ان کے نظریات واقدار پر مزید ظلم وستم ڈھانے کے مترادف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے مختلف طبقات میں انتہاپسندی کو پروان چڑھاتے چڑھاتے حکمران جماعت کا کوئی فرد اپنی پیدا کردہ آگ میں جل جائے تو معاشرے کے متاثر طبقوں میں اس کے ساتھ وہ ہمدردی بھی نظر نہیں آتی جو ہر مقتول کا ایک انسانی حق ہوا کرتی ہے۔ اگر پاکستان کا لادین اور مقتدر طبقہ اس انتہاپسندی کا شاکی ہے تو پاکستان کے عوام پر جبر وستم کی سیاست کا خاتمہ کرکے، ان کی مرضی اور پاکستان کے مقصد کے عین مطابق سنجیدہ اور ٹھوس اقدامات کرنے ہوں گے، وگرنہ حکمران عالمی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوتوں سے اپنے مفادات کے حصول کے لئے گٹھ جوڑ کرتے رہیں گے اور عوام اپنے دائرہ اختیار میں اپنی مرضی کریں گے۔

اگر آج پاکستان کے حکمران پاکستان کا حقیقی منظر نامہ دیکھنا چاہتے ہیں تو توہین رسالت کے قانون اور اس سلسلہ میں حکومتوں کے کردار پر ملک بھر میں ریفرنڈم کرا کے دیکھ لے، ممتاز قادری کے اقدام قتل اور سلمان تاثیر کے واقعہ پر عوامی ریفرنڈم کرائے۔ ڈرون حملوں پر ریفرنڈم کرا کے دیکھے، امریکی مداخلت پر ریفرنڈم کرائے تو رائے عامہ کی کثرت سے اُن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

پاکستان میں زندگی کے ہر میدان میں جاری دس سالہ جارحیت کے بعد ایک انقلاب دستک دے رہا ہے جو کبھی طالبان کی صورت میں دین کے نام کا سہارا لیتا ہے تو کبھی وکلا تحریک کی صورت میں سیاسی بدعنوانیوں کا راستہ روکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے ہمیں پاکستانیوں کو جائز حقوق دینے ہوں گے، وگرنہ جبر کا سلسلہ جوابی ردعمل کی صورت میں جاری رہ کر پاکستانی معاشرے کو تباہ وبرباد کر دے گا۔

یہاں قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ اس انتہاپسندی کی قیادت روایتی مذہبی طبقے نہیں کر رہا بلکہ اس غم وغصہ کا حالیہ مظہر مغربی نظام تعلیم کے فیض یافتہ ایک نوجوان ممتاز قادری میں نظر آیا ہے۔ اخبارات میں آیا ہے کہ ممتاز قادری عام پاکستانی نوجوانوں جیسے رجحانات اور کردار کا حامل ہے، اور دینی مدارس یا دینی تنظیمیں جنہیں مغرب زدہ لوگ فرسٹریشن کا شکار قرار دے کر نظر انداز کر دیتے ہیں، ان میں قادری کا شمار نہیں ہوتا۔

حکومت کے لئے فکر مندی کا پیغام یہ ہے کہ اگر یہ انتہاپسندی راسخ العقیدہ لوگوں سے بڑھ کر پورے معاشرے میں سرایت کر چکی ہے تو پھر حکومت اس کا علاج چند لوگوں کو نشانہ بنا کر نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے حکومت کو معاشرے سے ظلم وجبر اور تشدد و جارحیت کا خاتمہ کرنا ہو گا، اس کے لئے عملی اور ٹھوس اقدامات بروے کار لانا ہوں گے۔ رواداری کی یک طرفہ تلقین، بے کار وعظ کے سوا کچھ نہ ہو گی!!

الغرض پاکستان کا یہ الم ناک منظر نامہ حکمران طبقہ اور مغرب زدہ اقلیت کے انتہاپسند اقدامات کا ہی ردّعمل ہے۔ سلمان تاثیر نے قانون توہین رسالت کو 'سیاہ قانون' کہہ کر جس انتہاپسندی کو اختیار کیا تھا، اُسی کے ردعمل کا وہ شکار ہو گیا!!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلمان تاثیر کا قتل کیا ایک مظلوم عورت آسیہ مسیح کی مدد کی سزا ہے؟

اگر ہمارے حکمران عوام میں ہونے والے کسی ظلم کے خلاف ان کی دادرسی کے لئے کھڑے ہوں تو یہ ایک قابل قدر امر ہے اور ہر شریف انسان اس کی تائید کرے گا، لیکن افسوس ہمارے حکمرانوں کا ماضی اس کردار سے آشنا نہیں۔ درحقیقت سلمان تاثیر نے کسی مظلوم عورت کی مدد نہیں کی، بلکہ ایسی عورت جو نہ صرف توہین رسالت بلکہ توہین قرآن اور توہین ازواجِ مطہرات کی مرتکب ہے اور کئی بار اس کا اعتراف کرچکی ہے، سیشن کورٹ کے جج نے سال بھر کی تفصیلی سماعت کے بعد اس کو توہین رسالت کا مجرم قرار دے کر، ایک لاکھ روپے جرمانہ اور موت کی سزا سنائی ہے، ایسی عورت کو سلمان تاثیر نے بری قرار دے کر، توہین رسالت کے خلاف اپنے داخلی رجحانات کی نشاندہی اور پاکستان کے عدالتی نظام پر بے اعتمادی کا برملا اظہار کیا ہے۔ اور بعد ازاں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں جو کچھ کرتا ہوں، اس پر یقین رکھتا ہوں۔ گورنر تو قانون کا محافظ اور سربراہِ مملکت کا نمائندہ ہوتا ہے لیکن یہی صوبے کا قانونی سربراہ اگر قانون شکنی کو اپنی پہچان بنالے اور عدالتی نظام کو بھی پس پشت ڈال دے تو عوام الناس کے لئے اس سے کیا پیغام ملتا ہے۔ یہ سلمان تاثیر ہی تھے، جنہوں نے گذشتہ سال بسنت کے موقع پر قانون سازی اور عدالتی فیصلوں کے باوجود کھلم کھلا یہ کہا تھا کہ میں تو گورنر ہاؤس میں پتنگ بازی کروں گا!!

اگر آسیہ مسیح توہین رسالت کے علاوہ کسی اور جرم کی مرتکب ہوتی تو سلمان تاثیر اس کو کبھی معصوم اور مظلوم بی بی قرار نہ دیتے۔ ان کا یہ صفائی نامہ اور اپنی بیٹیوں اور بیوی کے ہمراہ جا کر اس سے اظہارِ ہمدردی کرنے کا پروٹوکول آسیہ مسیح کو قطعاً حاصل نہ ہوتا۔ توہین رسالت کے واضح ارتکاب اور مکرر اعتراف کے باوجود آسیہ کے بارے میں معمولی سی ذہنی خلش اور نفرت کا بھی پیدا نہ ہونا گورنر کے دل میں دینی غیرت وحمیت کے خاتمے کی دلیل ہے۔ ایسے ہی موقع پر اللہ نے قرآن کریم میں یہ تعجب آمیز انداز اختیار کیا ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾

”کیا تمہیں تمسخر اور استہزا کے لئے اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول ہی ملتے ہیں۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا سلمان تاثیر نے ایک قانون کو ہی 'کالا قانون' قرار دیا تھا؟

اخبارات میں سیکولر دانشور اور ٹی وی کے اینکر پرسن بڑی تکرار سے یہ بات دہرا رہے ہیں کہ سلمان تاثیر نے کالا قانون تو محض ایک پاکستانی قانون کو قرار دیا تھا، شریعت اسلامیہ کو تو نعوذ باللہ کالا قانون نہیں کہا تھا۔

سلمان تاثیر کا قانون توہین رسالت کے بارے جو رویہ تھا، اور آسیہ مسیح کی صفائی کے بارے جو موقف تھا، وہ اخبارات میں تکرار سے شائع ہوتا رہا ہے۔ ان کی رو سے سلمان نہ صرف اس قانون کو 'کالا قانون' قرار دیتے رہے بلکہ علماے کرام کے بارے میں بھی یہ کہتے کہ ''میں ان کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں، ان کے فتووں کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتا اور جو کہتا ہوں، اس پر دلی ایمان رکھتا ہوں۔'' سلمان تاثیر نے آسیہ مسیح کی بریت کے بارے میں ۲۰ نومبر کو شیخوپورہ جیل میں کی جانے والی پریس کانفرنس میں توہین رسالت کے قانون کو تکرار کے ساتھ 'ظالمانہ قانون' بھی قرار دیا۔ ان ہفوات کے بارے میں یہ نکتہ طرازی کرنا کہ یہ شریعتِ اسلامیہ کی توہین نہیں، بلکہ چند انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی توہین ہے، جس کی سنگین سزا نہیں ہوسکتی، ایک عذرِ لنگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اوّل تو یہ پارلیمنٹ کی توہین ہے جس کا موقف جمہوری دعویٰ کے مطابق عوام الناس کی رائے سمجھا جاتا ہے۔ ان بیانات میں عوامی رائے کی تذلیل پائی جاتی ہے۔ یہ اس دستور اور قانون کی بھی توہین ہے جس کی پاسداری اور احترام کا حلف اٹھا کر ہی گورنر جیسے اہم منصب پر فائز ہوا جاسکتا ہے۔ گورنر جو کسی صوبے کا آئینی سربراہ ہے، وہ ملک کے نظام عدل کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر وہ اس اہم منصب پر بیٹھ کر پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین اور نظامِ عدل کی توہین شروع کردے تو اس سے عوام میں کیسی قانون پسندی کو رواج ملے گا؟ جہاں تک ۲۹۵ سی میں درج قانون توہین رسالت کی بات ہے جو صرف تین سطروں پر مشتمل ہے، تو یہ کوئی انسانی قانون نہیں بلکہ قرآن وسنت کا براہِ راست تقاضا اور شریعت کے عین مطابق ہے۔ اس کی اصلاح پہلے وفاقی شرعی عدالت کے فاضل جج صاحبان نے ملک بھر کے جید علماے کرام کی تفصیلی معاونت سے کی، پھر پاکستان کے دونوں ایوانوں نے ۱۹۹۲ء میں متفقہ منظوری دے کر اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ قانونِ امتناع توہین رسالت کا متن حسبِ ذیل ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جو کوئی الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا نقوش کے ذریعہ، یا کسی تہمت، کنایہ یا درپردہ تعریض کے ذریعے بلاواسطہ یا بالواسطہ رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی توہین کرے گا تو اسے موت کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔“

مذکورہ بالا قانون اسلامی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اس کو 'انسانی قانون' قرار دینا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص نعوذ باللہ قرآنِ کریم کی توہین کرنے کے بعد کہے کہ میں نے تو اس کتاب کی توہین کی ہے جسے پرنٹنگ مشین نے چند سو صفحات پر شائع کیا تھا۔

شریعت کے متعدد احکام علما اور فقہاے کرام اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ کیا ان احکام کا محض اس بنا پر انکار کر دیا جائے کہ یہ ہو بہو قرآن یا رسول کریم ﷺ کے اپنے الفاظ نہیں ہیں؟ ان حالات میں شریعتِ اسلامیہ پر عمل کیسے کیا جائے؟ قرآن کے کسی حکم کو جب ہم اپنے الفاظ میں بولیں گے تو کیا محض اس بولنے کی بنا پر وہ قرآنی حکم نہیں رہ جائے گا۔

جب قانون توہین رسالت اور شریعتِ اسلامیہ کے مقصود و مدعا میں معمولی فرق بھی نہیں ہے، اور ماضی میں جو معمولی فرق تھا، اس کو طویل عدالتی جدوجہد کے بعد رفع کر دیا گیا ہے تو پھر یہ دعویٰ کیا حقیقت رکھتا ہے کہ میں تو چند انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی مخالفت کر رہا ہوں؟ پاکستان میں کسی قانون کو شریعتِ اسلامیہ کے عین مطابق کرنے کی جو زیادہ سے زیادہ ممکنہ اور معیاری ترین صورت ہے، قانون توہین رسالت ان تمام معیارات کو سو فیصد پورا کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کو چند انسانوں کا قانون کہہ کر تختہ تمسخر و مذاق نہیں بنایا جاسکتا بلکہ اسے شریعتِ اسلامیہ کی ہی توہین قرار دیا جائے گا۔

کوئی مسلمان شریعت کے کسی ایک مسلمہ حکم کے انکار سے ہی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کجا یہ کہ شریعت کے کسی مسلمہ حکم کو 'کالا قانون' کہہ کر اس کی توہین بھی کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سلمان تاثیر کے ان بیانات پر اخبارات میں شائع ہو چکا ہے کہ پاکستان کے علما کی اکثریت نے ۳۰ نومبر کو ہی اس کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا تھا۔

قانون توہین رسالت موجود ہے، ممتاز قادری کو عدالت سے رجوع کرنا چاہئے تھا

کہا جاتا ہے کہ ممتاز قادری کو اپنے تئیں کوئی سنگین اقدام کرنے سے بہتر تھا کہ وہ قانون کا سہارا لیتا اور اگر کہیں شرعاً کوئی زیادتی ہوئی ہے تو اس پر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہئے تھا۔ جہاں تک ممتاز قادری کے سلمان تاثیر کو قتل کرنے کی بات ہے تو اس سلسلے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک سے زیادہ رائے ہوسکتی ہیں، اور شریعتِ اسلامیہ میں بھی یہی واحد حل نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اُٹھ کر سلمان تاثیر کو قتل کردیتا۔ تاہم عدالت سے رجوع کرکے آسیہ مسیح یا سلمان تاثیر کو توہین رسالت کی سزا دلوانے کا مطالبہ کرنے والے لوگ بھی خیالوں اور واہموں کی جنت میں رہتے ہیں۔ اوّل تو اُنہیں معلوم ہونا چاہئے کہ پاکستان کی تاریخ میں اس قانون کی تاریخ نفاذ ۱۹۹۲ء سے اَب تک توہین رسالت کے ۹۸۶ کیس درج ہوئے ہیں، لیکن آج تک کسی کو توہین رسالت کی سزا نہیں ہوسکی۔

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان میں توہین رسالت کا ارتکاب ایسے ملعونوں کو کافرانہ قوتوں کی آنکھ کا تارا بنا دیتا ہے، ان کو خصوصی پروٹوکول دیا جاتا اور کفر کا پورا طائفہ اپنا لاؤ لشکر لے کر اس کی حمایت میں کھڑا ہوجاتا ہے۔ ایسے بدبختوں اور ان کے خاندانوں کو عیسائی مشنری ادارے اور مغربی این جی اوز سپانسر کرتے اور ان کے تحفظ کے لئے عالمی قوتوں کی مدد حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ پوپ کے حالیہ بیانات، آسیہ کے لئے دعا اور پاکستان پر دباؤ اس ملاقات کا نتیجہ ہیں جو وزیر اقلیتی اُمور شہباز بھٹی نے براہ راست ویٹی کن میں جاکر لابنگ اور جوڑ توڑ کے نقطہ نظر سے کی۔ ہماری عدالتیں بھی آغاز میں تو ان کو سزا دے لیتی ہیں، لیکن جونہی ان پر پریشر پڑتا ہے تو اعلیٰ عدالتوں کے لئے اپنے فیصلوں پر ڈٹے رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس سلسلے میں ۱۹۹۴ء میں رحمت اور سلامت مسیح کا کیس بالکل واضح ہے، جن کو سیشن کورٹ سے سزائے موت کے بعد ہائیکورٹ میں اس کی اپیل کے مراحل اس سرعت سے طے کئے گئے اور اس کے فوراً بعد ان کو بیرونِ ملک جرمنی روانہ کردیا گیا کہ مزید کسی قانونی پیش قدمی کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔

جہاں تک سلمان تاثیر کی ممکنہ براہِ راست توہین رسالت اور اس کی سزا کا تعلق ہے تو یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ پاکستان کے دستور کی دفعہ ۲۴۸ کی رو سے صدر، گورنر اور وزرا کو عدالتی بازپرس سے استثنا حاصل ہے جو شریعتِ اسلامیہ کے سراسر خلاف ہے۔ جب اسلام کی مقدس ترین ہستی سید المرسلین محمد ﷺ اور آپ کی محبوب بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کو عدالتی بازپرس سے کوئی استثنا حاصل نہیں تو پھر مسلمانوں کا ایک ذیلی حکمران کس بنا پر قانون سے بالاتر ہونے کا استحقاق حاصل کرتا ہے؟

دراصل امتناعِ توہین رسالت کا حقیقی قانون نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کی اہم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے۔ اوّل تو اس قانون کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی اہانت اور دیگر مذاہب کی توہین ایک قابل سزا جرم بن جاتی ہے۔ ثانیاً، برصغیر کی ماضی قریب کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ اس قانون کی غیر موجوگی یا غیر مؤثر ہونے کے دوران قانون کو ہاتھ میں لے کر گستاخِ رسول کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ اس قانون کی عدم تاثیر مسلم عوام کو کسی گستاخ رسول کا خاتمہ خود کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ غازی علم الدین شہید کے ہاتھوں واصل جہنم ہونے والا لاہور کا راج پال ہو یا کراچی کا نتھورام، اُن کا قتل انہی حالات میں ہوا جب یہ قانون موجود نہیں تھا۔ اور سلمان تاثیر کے حالیہ قتل کے پیچھے بھی اس قانون کے غیر مؤثر ہونے کی بنیادی وجہ موجود ہے۔ یہی بات مجاہد ناموسِ رسالت جناب محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی کتاب میں بھی لکھی ہے:

> ''قانون توہین رسالت ان تمام لوگوں کی زندگی کے تحفظ کی ضمانت ہے جن کے خلاف فردِ جرم ثابت نہ ہو۔ ورنہ ماضی میں بھی مسلمان سرفروشوں نے ایسے موقعوں پر قانون کو ہاتھ میں لیا اور گستاخانِ رسول کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس قانون کے پاکستان میں نافذ ہونے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایسے ملزم کی سزا کا معاملہ افراد کے ہاتھوں کے بجائے عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آگیا ہے جو تمام حقائق اور شہادتوں کا بغور جائزہ لے کر جرم ثابت ہونے کے بعد ہی کسی ملزم کو مستوجبِ سزا قرار دے گی۔''

جناب قریشی صاحب نے قانون سازی ہوجانے کے بعد اس امر کو پاکستان کے لئے خوش کن قرار دیا ہے لیکن دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں قانون سے کھلم کھلا مذاق کیا جاتا ہے اور اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی سرعام توہین کی جاتی ہے۔ یہاں تو قانون موم کی ایسی ناک ہے جس کو ہر طرف موڑا جاسکتا ہے۔ این آر او کے فیصلے سے کیا گیا مذاق ایک کھلی حقیقت ہے۔ سلمان تاثیر کے قتل کے روز ق لیگ کے ایم این اے وقاص اکرم سے کیپٹل ٹاک میں انٹرویو کیا گیا، ان کے چچا بھی اسی طرح اپنے محافظوں کے ہاتھوں قتل ہوگئے تھے۔ وقاص اکرم جو برسر اقتدار ایم این اے ہیں، کا کہنا تھا کہ سالہا سال کے عدالتی عمل کے بعد ہماری عدالتوں نے تمام مجرموں کو بری کردیا اور ہم اپنے چچا کے قاتلوں کو سزا دلوانے سے قاصر ہیں۔ اس سے بڑھ کر پاکستان کے نظامِ عدل کا اور نوحہ کیا ہوسکتا ہے؟ سلمان تاثیر کا قتل موجودہ عدالتی نظام کے غیر مؤثر ہونے کی دلیل اور عوام کے اس پر بے اعتمادی کا استعارہ ہے۔ اگر پاکستان کے نظامِ عدل میں یہ قوت ہوتی اور وہ شریعتِ اسلامیہ کی رہنمائی پر کاملاً

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استوار ہوتا تو واقعتاً آج ممتاز قادری کو قانون کو ہاتھ میں لینے کی ضرورت قطعاً پیش نہ آتی اور اسلامیانِ پاکستان شاتمانِ رسول کو اس عدالتی نظام سے سزا دلوانے کا ہی راستہ اختیار کرتے۔

پاکستان میں گذشتہ دنوں دہشت گردی اور اجتماعی قتل وغارت کے اس قدر سنگین واقعات پیش آئے کہ اگر کسی مغربی ملک میں ایسا کوئی ایک بم دھماکہ بھی ہوجاتا تو پوری حکومت مستعفی ہوجاتی۔ ان بم دھماکوں کے ذریعے پاکستانی قوم پر اجتماعی ہلاکت وغارت گری مسلط کردی گئی ہے، عوام اپنی لاشیں اُٹھا اُٹھا کر نڈھال ہیں اور ظلم سہنے والوں کی آنکھیں رنج وغم سے پتھرا چکی ہیں، اس کے باوجود کسی ایک واقعہ میں کسی ایک مجرم کو بھی قرارِ واقعی سزا نہ دی گئی۔ دہشت گردی کی عدالتیں اور وسیع وعریض نظامِ عدل کی ناکامی کی اس سے بڑی کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ اس کے بجائے ان مجرموں کی روزانہ میل ملاقات، عدالتی حاضریاں اور پیشیاں، گواہیاں ایسا مذاق ہے جس کو دیکھ کر متاثرہ فرد کا خون کھولتا ہے۔ اس نظامِ عدل کی کسمپرسی کا اندازہ تو اس سے لگایئے کہ گورنر پنجاب جیسے بڑے عہدے کے فرد کو برسرعام قتل کردیا گیا، مجرم نے اعتراف بھی کرلیا اور معاملہ بڑا واضح ہے لیکن چار ہفتے ہونے کو آئے ہیں، اور فیصلہ کا دور دور تک کوئی امکان نہیں۔ ہر طرف ابہام ہی ابہام اور تاخیر ہی تاخیر ہے حالانکہ فیصلہ میں تاخیر بھی تو انصاف کا قتل ہے۔ اس انگریز پرور نظامِ عدل سے مسلم معاشرے کبھی چین وسکون حاصل نہ کرسکیں گے۔ اگر دہشت گردی کے کسی حقیقی مجرم کو سرعام پھانسی دے کر عبرت کا نشان بنا دیا جاتا تو آج پاکستان میں عوام کا خون اور معاشرے کا چین سکون اتنا ارزاں نہ ہوتا۔

جب قانون موجود ہی نہ ہو، قانونی استثنا حاصل ہو یا سنگین جرم کے باوجود مظلومین کے لئے دادرسی کے دروازے بند ہوں اور انصاف میں بلاجواز تاخیر ہورہی ہو تو ایسے حالات میں توہین رسالت ایسا حساس مسئلہ ہے کہ مسلم عوام قانون کو ہاتھ میں لینے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ غازی علم دین شہید کو بھی قانون سے دادرسی کی کوئی اُمید نہ تھی، جانے سے قبل باپ سے مکالمہ کرکے گیا اور اس کے باپ نے اس کو قتل کی سزا سے خبردار کردیا تھا، لیکن اس نے حبِ رسول ﷺ میں شاتم رسول کے ایک معاون راج پال کو، جس نے 'رنگیلا رسول' شائع کی تھی، قانون کو ہاتھ میں لیتے ہوئے جہنم واصل کردیا۔ اور یہ ہماری قومی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے کہ اس نازک موقع پر لاہور میں علامہ اقبال نے مسلمانانِ برصغیر کی قیادت کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائد اعظم جو اس وقت چوٹی کے مسلم وکیل تھے، اُنہیں علم دین شہید کے اقدامِ قتل کے دفاع کے لئے انہوں نے بلایا۔ قائد اعظم لاہور ہائیکورٹ میں ایک ہی بار پیش ہوئے اور وہ غازی علم دین کے دفاع کا مقدمہ تھا۔ علم دین کو معافی تو نہ ملی اور پھانسی کی سزا ہو گئی لیکن اس سے برصغیر کے مسلمانوں کا جوش و جذبہ شعلہ جوالا کا روپ دھار گیا۔ علامہ اقبال کی قیادت میں مسلمانوں کے پرزور مطالبے پر غازی علم دین کی میت کو میانوالی جیل سے لاہور منتقل کیا گیا۔ لاہور میں مسلمانوں کی نمائندہ شخصیات نے اس معاملہ میں عوامی جذبات کی قیادت کی، علامہ اقبال کو علم دین کا جنازہ پڑھانے کی دعوت دی گئی۔ مولانا ظفر علی خاں نے علم دین کو قبر میں اُتارا اور محبِ رسول اقبال علیہ الرحمہ نے یہ تاریخ ساز جملہ کہا کہ

"ترکھانوں کا بیٹا، پڑھے لکھوں پر بازی لے گیا اور ہم دیکھتے رہ گئے۔"

آج موقع بے موقع 'قائد اعظم کے پاکستان' کی بات کی جاتی ہے۔ ان کی مزعومہ روشن خیالی کو دلیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ مقتول گورنر نے بھی آسیہ مسیح کو معصوم قرار دینے والی پریس کانفرنس میں تین بار قائد اعظم کا حوالہ دے کر پاکستان کو روشن خیال بنانے کی بات کی ہے۔ تحریکِ پاکستان کی قیادت بشمول قائد اعظم کا اس معاملے میں موقف تو بالکل واضح ہے، توہین رسالت ایسے حساس مسئلہ پر قانون کو ہاتھ میں لینا تو کجا، جبکہ اس پر کوئی قانون ہی موجود نہ تھا، قتل کے مجرم کا پرزور دفاع قائد کے دلی جذبات کا بہترین عکاس ہے۔ سب بخوبی جانتے ہیں کہ جناح ایسے مقدمہ کی وکالت کی کبھی حامی نہ بھرتے جس سے وہ متفق نہ ہوتے۔ علامہ اقبال نے اُنہیں علم دین کے دفاع کی دعوت بھی دی اور تحریکِ پاکستان کی قیادت کی دعوت بھی دی۔ قیام پاکستان سے ۱۸ برس قبل یہ واقعہ اس قومی رجحان اور ضرورت کی بھی بھرپور عکاسی کرتا ہے جس کے لئے پاکستان کی دھرتی حاصل کی گئی۔

علم دین شہید کے مقدمہ کے چند سال بعد، مارچ ۱۹۳۴ء میں کراچی میں بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا تھا، جس میں نتھورام نامی ہندو کو 'ہسٹری آف اسلام' میں توہین رسالت کے ارتکاب پر ایک باغیرت مسلم نوجوان غازی عبد القیوم نے عین کمرۂ عدالت میں جج کے سامنے ذبح کر دیا تھا۔ یہ واقعہ بھی بڑا ایمان افروز ہے جس میں قانون کو ہاتھ میں لیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر بھی اہل کراچی نے عبد القیوم کی حمایت میں ایک عظیم الشان جلوس نکالا اور کراچی کے عمائدین لاہور میں علامہ اقبال کے پاس حاضر ہوئے اور اُن سے کہا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وائسرائے ہند سے آپ عبد القیوم کی سزامیں تخفیف کا مطالبہ کریں۔ علامہ اقبال نے پوچھا کہ "کیا عبد القیوم گھبرا گیا اور اس کے قدم ڈگمگا گئے ہیں؟ اس کو کہو کہ میں جنت کو اس سے چند قدم کے فاصلے پر دیکھ رہا ہوں۔" کراچی کے لوگوں کے مکرر مطالبے پر علامہ اقبال نے ایک تاریخ ساز رباعی کہی جو 'ضربِ کلیم' میں 'لاہور و کراچی' کے نام سے موجود ہے:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے، فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

ہماری عدلیہ کو ممتاز قادری کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے، مسلمانان برصغیر کے جذبہ ایمانی، غیرت ملی اور بانیانِ پاکستان کی اس تاریخ ساز رہنمائی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

سلمان تاثیر کے جرم کی سنگینی

سلمان تاثیر کی سزائے قتل پر شریعت اسلامیہ میں ایک سے زیادہ آرا ہیں جن کی تفصیل ممتاز قادری کے اقدام کی شرعی حیثیت کے ضمن میں پیش کی جائے گی۔ تاہم اسلام جو جدید نظام ہائے عدل سے بڑھ کر ایک ایسا بھرپور اور مکمل عادلانہ نظام ہے جس کی قانونی جزئیات اور دقیق تصورات عالمانہ گہرائی اور گیرائی سے مالا مال ہیں، اس میں جرم کی سزا کا تعین جرم کی نوعیت کے عین مطابق کیا جاتا ہے، نیز اس میں کسی جرم کے ردّ عمل میں ہونے والے جرم کی سزا کا تعین پہلے جرم کی روشنی میں ہوتا ہے۔

سلمان تاثیر نے توہین رسالت ایسے حساس شرعی قانون کو کالا قانون قرار دیا، کھلم کھلا یہ ہفواتی دعویٰ کیا، ایک انتہائی ذمہ دار عہدے پر فائز ہوتے ہوئے کیا، اور توہین رسالت کی مجرمہ کی اپنے پورے کنبہ کے ساتھ تائید کی، اس کو معصوم قرار دیتے ہوئے اس سے اظہارِ ہمدردی کیا، اس کے جرم کو اپنے ذمہ لے لیا اور اس کو معافی کی ضمانت دی۔ جس کا اس کے سوا کیا مطلب ہے کہ اس نے توہین رسالت کے مجرموں کی حوصلہ افزائی کر کے اُنہیں قانونی بازپرس اور گرفت سے بالاتر کرنے کی کوشش کی۔ ان حقائق کو دیکھا جائے تو سلمان تاثیر کا یہ جرم محض شریعت کے کسی حکم کے انکار تک محدود نہ تھا، بلکہ شریعتِ اسلامیہ کی اہم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترین شخصیت ﷺ کی توہین کی تائید، اس تائید پر اصرار اور عملاً اس کے مرتکبوں کی حمایت تھا اور ظاہر ہے کہ یہ سب کوئی چھوٹے جرائم نہیں!

احادیث میں عکل اور عرینہ کے بادیہ نشینوں کا قصہ آتا ہے جو نبی کریم ﷺ کے پاس اسلام سیکھنے کے لئے آئے۔ جب مدینہ کی آب وہوا ان کو راس نہ آئی تو آپ نے اپنے چرواہے کے ساتھ اُنہیں بیت المال کے اونٹوں کا دودھ پینے کی تلقین کی۔ مدینہ کے مضافات میں کچھ دن رہنے کے بعد جب یہ لوگ صحت یاب ہوگئے تو جاتے ہوئے آپ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور بیت المال کے اونٹ ہنکا کر لے گئے۔ آپ ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اُنہیں پکڑنے کو بھیجا اور گرفتار ہونے کے بعد رحمۃ للعالمین نے اُنہیں دردناک سزا سنائی، جو اسلامی تاریخ کی ایک سنگین سزا ہے:

① اس جرم کے مرتکبین کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں، اور ان کو داغ کر خون کو تھمنے نہ دیا جائے۔

② ان کی آنکھوں میں آگ پر تپائی ہوئی سلاخیں پھیری جائیں، جبکہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ گرم سلاخوں سے اُن کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں۔

③ تپتی ریت پر ان کو تڑپنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

④ ان کی پیاس کی شدت یہ تھی کہ زمین کو کاٹتے اور چاٹتے تھے، لیکن ان کو پانی نہ دیا گیا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

عکل اور عرینہ کے لوگوں کی یہ دردناک سزا محض ارتداد کی نہیں بلکہ اس میں احسان فراموشی، مسلم چرواہے کا قتل، بیت المال کے اونٹوں کو ہنکا کر لے جانا وغیرہ تمام جرائم کی سزا شامل تھی جو رحمۃ للعالمین ﷺ کی عدالت سے صادر ہوئی۔ یہ واقعہ درجنوں احادیث میں بیان ہوا اور سنداً متواتر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرم کی سنگینی کی بنا پر اس کی شرعی سزا میں بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے۔

شریعتِ اسلامیہ کا ایک معروف اُصول یہ بھی ہے جو اس فرمانِ نبوی میں بیان ہوا ہے:

كل أمتي معافى إلا المجاهرين (المعجم الصغير للطبراني: ۲/۲۳۷)

''میری ساری اُمت کو معافی دی جاسکتی ہے مگر کھلم کھلا گناہ کرنے والے کو نہیں۔''

چوری چھپے زناکاری کرنے والے کی بہ نسبت اس زناکار کا جرم زیادہ سنگین ہے جو عوام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الناس میں کھلم کھلا اور ڈنکے کی چوٹ پر اس فعل بد کا ارتکاب کرتا ہے۔ چوری کی سزا قطع ید ہے، لیکن دھونس اور دہشت گردی سے مال چرانے والے پر اسلام نے حرابہ کی سنگین تر سزا عائد کی ہے۔ مزید برآں اہم ذمہ داری پر فائز شخص کا جرم بھی بڑا ہوتا ہے۔

سلمان تاثیر کے قتل نے بہت سے تلخ حقائق کو ظاہر کیا ہے۔ ممتاز قادری نے صرف اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اپنے بھرپور غم و غصہ کا اظہار اس پر ۲۶ گولیوں کا برسٹ مار کر کیا ہے۔ سلمان کے محافظوں نے اس کو نہ روک کر اور اقدامِ قتل کے بعد اس پر کسی جارحیت نہ کر کے بہت سے پیغامات دیے ہیں۔ کسی دفاعی یا جوابی گولی کے بغیر ممتاز کو گرفتار کرنے میں بہت سی عبرتیں پوشیدہ ہیں۔ کیا ممتاز قادری کی کوئی ذاتی دشمنی گورنر سے تھی جس کے لئے اس نے یہ بے دردانہ رویہ اختیار کیا۔ ان محافظوں کی اس سے وہ کونسی دلی ہمدردی تھی کہ اُنہوں نے اس پر معمولی سی جارحیت بھی نہ کی اور محافظوں کی جانب سے کسی گولی یا معمولی مزاحمت کا بھی سامنا نہ کرنا پڑا۔ وقوعہ قتل کا یہ نقشہ قتل سلمان تاثیر کے جرم اور اس کے بارے میں رائے عامہ کو ظاہر کرتا ہے۔

سلمان تاثیر کا جنازہ نہ پڑھنے کے بارے میں علمائے کرام میں پائی جانے والی شدید تشویش بھی اسی عمومی تاثر کو ظاہر کرتی ہے جس میں سلمان تاثیر کا جرم اگر براہِ راست اہانت رسول نہیں تو توہین رسالت مآب کی معاونت، سرپرستی اور تائید ضرور تھا جو انتہائی سنگین جرائم ہیں۔ ذاتِ رسالت سے مسلمان کا تعلق چونکہ قانونی سے زیادہ جذباتی محبت کا متقاضی ہے، اس بنا پر علماء کرام سلمان تاثیر کے جنازے سے کنارہ کش رہنے کو ہی ترجیح دیتے رہے۔

ممتاز قادری کو ملنے والی اپنائیت بھی مسلمانوں کے نبی کریم ﷺ سے والہانہ عقیدت اور محبت کا ایک پہلو ہے کہ وہ ایسے کسی بھی شخص سے جو تقدیس رسالت کی حفاظت کیلئے جان تک قربان کر دینے کو تیار ہو، ایک گہری محبت اور اپنائیت رکھتے ہیں۔ سلمان تاثیر مقتول ہونے کے باوجود انسانی ہمدردی سے محروم ہوا اور ممتاز قادری قانون کو ہاتھ میں لینے کے باوجود محبت کا حصہ وصول کر رہا ہے، یہ مسلمانان پاکستان کے اپنے نبی مکرم ﷺ سے گہری وارفتگی اور دلی محبت کا آئینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ملتِ اسلامیہ کے حبِ رسول میں اسقدر اضافہ فرمائے کہ آپکی شان میں دریدہ دہنی کرنے والوں پر دلی رعب مسلط ہو جائے اور وہ محبوب الٰہی کے تقدس کو پامال کرنے کے مکروہ خیال سے بھی عبرت پکڑیں۔ (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ